

‘مساوات’ یا ‘عدل’؛ شرعی نقطہ نظر

ہر تہذیب و نظریہ جہاں مختلف اُداف و مقاصد کا حامل ہوتا ہے، وہاں ان مقاصد کے لئے اپنے نعروں اور لائحہ عمل کو خوشنما اور دیدہ زیب نام بھی دیتا ہے۔ ان اصطلاحات اور نعروں میں ظاہری اشتراک کے باوجود دونوں کے مفہوم و مدعا اور معنویت میں وہ فرق پوری تاثیر سے موجود ہوتا ہے جو ہر دو نظریات میں درحقیقت پایا جاتا ہے۔ ظاہر بین حضرات اصطلاحات کے ظاہری اشتراک سے دھوکہ کر، دو مختلف علیت اور پس منظر کی حامل اصطلاحات کو ایک دوسرے کی جگہ بولنے کی غلطی کر بیٹھتے ہیں، اس سے نتائج میں بھی شدید اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ انہی اصطلاحات میں ایک مساوات بھی ہے جو ‘عدل’ کے بجائے استعمال کی جاتی ہے۔ مساوات کے مغرب سے درآمدہ تصورات تو غلط ہیں جس کی نشاندہی زیر نظر مضمون میں کی گئی ہے لیکن اسلام کا اپنا تصور مساوات بھی ہے جیسا کہ تمام مسلمانوں میں انسان ہونے کے ناطے مساوات پائی جاتی ہے، کالے گورے اور عربی و عجمی میں کوئی امتیاز موجود نہیں ہے۔ شریعت کے مخاطب ہونے اور اللہ کی بندگی بجالانے کے لحاظ سے بھی مساوات ہے، بقول شاعر: ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز، نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز۔ زیر نظر مضمون میں مساوات کی ان مقامات پر نفی کی گئی ہے جہاں شرعی احکام کے بالمقابل ‘مساوات’ کا لفظ بول کر من چاہے مقاصد پورے کئے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے مساوات اسلام کی کوئی مستند تعبیر نہیں، بلکہ احکام شریعت ہی دائمی اور حقیقی برتری رکھتے ہیں جس کے لئے ‘عدل’ کی اصطلاح مناسب اور شرعی ہے۔ ح م

‘جاہلیتِ جدیدہ’ کی بنیادی اقدار میں ‘آزادی’ کے بعد ‘مساوات’ کا نام لیا جاتا ہے۔ سننے کی حد تک یہ ایک خوبصورت لفظ اور دل لگتی اصطلاح ہے۔ یعنی ‘برابری’ اور ‘تسویہ’ لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت میں اسلام کی بنیادی قدر ‘عدل’ کی نفی ہے اور فرقی مراتب کی ضد ہے۔ مسلمانوں کے بعض مفکرین اور دانشور جو ‘جاہلیت’ ہی کے خوشہ چیں بن کر رہ گئے ہیں، اس مغربی قدر کو مغربی جانتے ہوئے بھی مسلمانوں کے سر تھوپنا چاہتے ہیں؛ مگر کئی سادہ لوح ‘مساوات’ کو اسلامی قدر کے طور پر جانتے ہیں اور اسی حیثیت سے منوانا چاہتے ہیں۔

‘مساوات’ (Equity) تمام انسانوں کی برابری کا تصور دیتی ہے۔ انسانوں کو معاشی، سیاسی، سماجی، مذہبی، فکری اور صنفی ہر اعتبار سے برابری کا تصور اور اس کا انسان کے بنیادی حق

ہونے کی حیثیت میں متبرک ہونا؛ ’مذہبی‘ اعتبار سے کوئی کافر ہے یا مسلمان، مشرک ہے یا موحد، اہل کتاب ہے یا اہل الحاد، ’مساوات‘ ان افراد کو برابری کا درجہ دے گی اور مذہب کے فرق کی بنا پر ان کے مابین کسی قسم کا امتیاز نہ برتا جائے گا۔ جبکہ اسلام ’عدل‘ کا دین ہے، عدل کے مقابل ’ظلم‘ کا لفظ آتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مذہبی اعتبار سے تمام انسانوں کو برابر کا درجہ دے دینا ایک ’ظلم‘ ہے جسے آج کی جاہلیت ’مساوات‘ کا نام دیتی ہے۔

قرآن مجید نے کہیں بھی مسلمانوں کو مساوات کا درس نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ’عدل‘ کا حکم دیا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ (النحل: ۹۰)۔
”اللہ تم کو انصاف کا حکم دیتا ہے۔“

﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء: ۵۸)

”اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔“

شیخ محمد بن صالح العثیمین شرح العقیدة الواسطیة میں لکھتے ہیں:

وَهُنَا يَجِبُ أَنْ نُنَبِّهَ عَلَى أَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَسْتَعْمِلُ بَدَلَ الْعَدْلِ الْمَسَاوَاةَ، وَهَذَا خَطَأٌ، لَا يُقَالُ مَسَاوَاةٌ لِأَنَّ الْمَسَاوَاةَ قَدْ تَقْتَضِي التَّسْوِيَةَ بَيْنَ شَيْئَيْنِ وَالْحِكْمَةُ تَقْتَضِي التَّفْرِيقَ بَيْنَهُمَا

”یہاں یہ نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ بعض لوگ ’عدل‘ کے بدلے ’مساوات‘ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جبکہ یہ غلطی ہے۔ پس ’مساوات‘ کی اصطلاح ’عدل‘ کی جگہ پر استعمال نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ کبھی ’مساوات‘ دو چیزوں کے درمیان برابری کا تقاضا کرتی ہے جبکہ ’حکمت‘ انہی دو چیزوں کے درمیان جدا جدا حیثیت کا تقاضا کرتی ہے۔“

شیخ دوسری جگہ لکھتے ہیں: وَلِهَذَا كَانَ أَكْثَرُ مَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ نَفْيَ الْمَسَاوَاةِ

”اس لیے قرآن کریم میں اکثر و بیشتر مساوات کی نفی کا ہی تذکرہ آیا ہے، مثلاً:“

﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الزمر: ۹)

”جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟“

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ﴾ (الرعد: ۱۶)

”پوچھو! کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہو سکتا ہے؟“

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مَنِ

الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا ﴿الحدید: ۱۰﴾
 ”جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد و قتال کیا۔“

﴿لَا يَسْتَوِي الْفَعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرِ أُولِي الضَّرِّ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء: ۹۵)

”تکلیف والوں کے علاوہ جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں، اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں، وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔“
 شیخ محمد بن صالح العثیمین مزید لکھتے ہیں:

أَخْطَأَ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ قَالَ: إِنَّ دِينَ الْإِسْلَامِ دِينُ الْمَسَاوَاةِ بَلْ دِينُ الْإِسْلَامِ دِينُ الْعَدْلِ. وَهُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمُتَسَاوِيَيْنِ، وَالتَّفْرِيقُ بَيْنَ الْمُفْتَرَقَيْنِ، إِلَّا أَنْ يُرِيدَ بِالْمَسَاوَاةِ: الْعَدْلَ. فَيَكُونُ أَصَابَ فِي الْمَعْنَى وَأَخْطَأَ فِي اللَّفْظِ

”جو شخص دین اسلام کو مساواتی دین کہتا ہے، اس نے اسلام کی بابت غلطی کھائی ہے۔ اسلام تو دین عدل ہے۔ اور عدل دو برابر چیزوں کو اکٹھا کرنے اور دو مختلف چیزوں کو جدا جدا کرنے کا نام ہے۔ ہاں اگر وہ مساوات بول کر عدل مراد لے رہا ہے تو اس نے درست مفہوم کے لئے غلط لفظ کا انتخاب کیا ہے۔“

اہل کفر اور اہل اسلام کے مابین مساوات

مساوات کا سبق پڑھانے والے توحید اور شرک، حق اور باطل، خیر اور شر میں کسی تفریق کے قائل نہیں ان کی نظر میں ہر عقیدہ اور نظریہ جسے کوئی انسان قبول کر لے، برابر اہمیت اور حیثیت رکھتا ہے۔ اور کسی بھی عقیدہ کی بنا پر انسانوں کے مابین کوئی تفریق کرنا، بنیادی حقوق کے خلاف اور جرم ہے۔ جبکہ اسلام عقیدہ و ایمان کی بنیاد پر انسانیت کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک اہل ایمان، اہل توحید، انبیاء کے سچے پیروکار جنہیں عباد اللہ، عباد الرحمن، مؤمنین، مسلمین اور حزب اللہ وغیرہ کے الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔ اور دوسرے خواہشاتِ نفس

کے بندے، کفار، مشرکین، منافقین، درہم و دینار کے بندے اور ’حزب شیطان‘ کہے جاتے ہیں۔ اوّل الذکر اہل حق ہیں، دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات پانے والے۔ اور ثانی الذکر اہل باطل، گمراہ اور آخرت میں عذاب الہی کے حق دار یہ دونوں فریق ’مساوی‘ کیسے ہو سکتے ہیں؟ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ:

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ﴾ (القلم: ۳۵)

”کیا ہم فرماں برداروں کا حال مجرموں کا سا کر دیں؟“

اوّل الذکر ’گروہ‘ مسلمانوں کی محبت دوستی اور وِلا کا حق دار ہے جبکہ ثانی الذکر مسلمان کی برات، دشمنی اور غیریت کا مستحق!

مرد و زن میں مساوات

پھر جاہلیت کے علم بردار اسی ’مساوات‘ کو ’صنفا‘ تفریق مٹانے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مرد اور عورت مساوی ہیں، انہیں برابر حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کارگاہِ عمل میں اُترنا چاہئے۔ زندگی کے ہر شعبے میں عورت کا کردار ہونا چاہئے اور مرد و عورت کو مخلوط ہونا چاہئے۔ چادر اور چادر یواری پرانے دور کی باتیں ہیں۔ شرم و حیا رجعت پسندی کی یادگاریں ہیں، اگر مرد کو چار شاہدوں کی اجازت ہے تو عورت کو بھی برابر ہونی چاہئے ورنہ مرد کے لئے بھی ایک۔ مرد نبی ہو سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں؟ مرد سربراہ مملکت بن سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں؟

اس ’صنفا‘ مساوات کی دلیل نہ تو کسی نبی کے صحیفے میں ہے نہ عقل سلیم کے وظیفے سے بلکہ سراسر اُہوا اور ظنون ہیں، شہوات و شہوات ہیں، خواہشاتِ نفس اور توہماتِ عقل ہیں، شیطانی وسوسے ہیں، علم و حیا سے بغاوت ہے، تعلیماتِ انبیاء سے سرکشی ہے اور عبدیت و بندگی سے اعراض ہے۔

اسلام ہر دو اصناف (مرد اور عورت) کے مابین انسان ہونے کے ناطہ سے کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھتا بلکہ دونوں کو ایک ہی نفس کا جوڑا قرار دیتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾ (النساء: ۱)

”اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا

ایک جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں۔“
﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً
وَرَحْمَةً﴾ (الروم: ۲۱)

”اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے پیدا کیں تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں تاکہ تم سکون حاصل کرو ان کے پاس۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔“

یوں بھی جس طرح کوئی مرد اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح عورت بھی، جس طرح مرد پر کچھ ذمہ داریاں اپنے خالق کی طرف سے عائد کی گئی ہیں، اسی طرح عورت پر بھی۔ جس طرح مرد کے کچھ حقوق ہیں، اسی طرح عورت کے لئے بھی اور جس طرح مرد قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہے، اسی طرح عورت بھی اپنے عقیدہ و عمل میں اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہوگی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ ذَكَرَ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (النحل: ۹۶)

”جو شخص مردوں سے یا عورتوں سے ہو اچھا کام کرے وہی ایمان والا ہے۔ ہم اس کو پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا بہتر اجر عطا کریں گے۔“

مگر جس طرح عورت اور مرد کی خلقت میں فرق ہے، ایسے ہی ان کی ذمہ داریوں اور حقوق میں بھی فرق ہے۔ یہی عدل کا تقاضا اور اسلام کی تعلیم ہے۔ ’صنعتی‘ حیثیت میں برابری کے اصول کو ثابت کرنے کے لئے اولاً تو کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی کہ ’مساوات‘ کی قدر تثلیث پر ایمان کی طرح بلا دلیل قبول کی جاتی ہے اور اسے ناقابل بحث قرار دیا جاتا ہے۔ ثانیاً دلیل دی بھی جاتی ہے تو انتہائی بودی کہ جس طرح گاڑی چلنے کے لئے پہیوں کا کردار مساوی ہے، اسی طرح انسانی زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لئے مرد اور عورت دو پہیوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ مثال اپنی بنیاد میں ہی غلط ہے، کیونکہ گاڑی کے دونوں پہیے اپنی خلقت میں ایک جیسے ہوتے ہیں جبکہ مرد اور عورت اپنی تخلیق میں ہی مختلف پیدا کئے گئے ہیں۔ اس کے لئے صحیح تمثیل یہ ہوگی کہ مرد اور عورت کو گاڑی کے دو اہم پرزے قرار دیا جائے جو اپنی خلقت

میں مختلف ہونے کے باوجود زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لئے اپنی اپنی اہمیت رکھتے ہیں لیکن اپنا اپنا مختلف کردار بھی۔ یقیناً دونوں میں سے کسی ایک صنف کی غیر موجودگی میں زندگی کی گاڑی نہیں چل سکتی۔ مگر دونوں ایک ہی کردار ادا کرنے پر بضد ہوں تو بھی گاڑی تباہ ہی ہوگی۔ اگر ایک کو ماں بن کر پیٹ میں بچے کو پالنا، پھر سینے سے چمٹا کر دودھ پلانا اور پھر گود میں تربیت کرنا ہے تو دوسرے کو باپ بن کر اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اور نگہبانی کا فرض ادا کرنا ہے۔

معاشی سرگرمیوں میں مساوات

معاشی سرگرمیوں میں ہر قسم کے لوگوں کے لئے ہر قسم کے پیشے سے مال کمانا 'مساوات' کی قدر کا ہی جادو ہے۔ کوئی شراب بیچے یا چاول، سود اور جوئے کو آمدنی کا ذریعہ بنائے یا تجارت و صنعت کو۔ کوئی عورت جسم فروشی کا دھندہ اپنائے تو اسے Sex worker کا نام دیا جائے اور کوئی معلمہ ایمان و اخلاق بن جائے تو دونوں مساوی حقوق اور احترام کی حق دار قرار پائیں۔ اسلام ہر طرح کی معاشی سرگرمیوں کو 'مساوی' درجہ پر نہیں لاتا بلکہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے خانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق و مالک ہے، تمام کائنات کا بھی خالق و مالک ہے، حلال و حرام قرار دینا اس کا حق ہے۔ اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا انسانوں کا فرضِ اولین بلکہ عبادت و بندگی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر جس کسی کے حکم و قانون کی پیروی کی جائے وہ کوئی فرد واحد آمر و ڈکٹیٹر ہو، یا پیرو پنڈت یا اجبار و رہبان ہوں یا عوام کی نمائندہ اسمبلی، یہ اسی کی بندگی کہلاتی ہے۔ اسلام نے شراب پینے اور بیچنے کو حرام قرار دیا اور دودھ اور مشروبات کو حلال، سود، جوئے اور دھوکہ کو حرام قرار دیا اور تجارت و صنعت اور زراعت کو حلال، زنا اور قحبہ گری، غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ، قربانی، نذر و نیاز کو حرام کیا جبکہ نکاح، اللہ کے نام پر ذبیحہ، قربانی اور نذر و نیاز کو حلال۔ پس حرام اور حلال برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ حرام ذرائع سے رزق کمانے والا، حلال ذرائع سے رزق کمانے والے کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ سود کھانے اور کھلانے والا، اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ کا مرتکب، دنیا میں سزا اور آخرت میں عذاب کا حق دار جبکہ دیانت دار تاجر دنیا میں برکت والا اور آخرت میں نبی کریم ﷺ کا ساتھی۔

ہر طرح کی معاشی سرگرمیوں کو برابر قرار دینا کفر و ظلم اور عدل کے منافی ہے۔ ایسی برابری، ایسا تسویہ، ایسی مساوات اسلام کی نظر میں زیادتی اور حرام ہے۔

سماجی مساوات

’مساوات‘ کی قدر سماجی اور سیاسی سطح پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ سماجی سطح پر ہر طرح کا فرق مراتب مٹا دیا جاتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے، نیک اور بد، عالم اور جاہل، برابر کی حیثیت کے حامل قرار پاتے ہیں۔ جبکہ اسلام سماج کی سطح پر فرق مراتب کا داعی ہے۔ جس کا معیار تقویٰ قرار پاتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقٰكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”امام وہ بنے جو قرآن زیادہ جانتا ہو، پھر سنت پر زیادہ عمل کرنے والا، پھر عمر میں بڑا، پھر پہلے ہجرت کرنے والا۔“ جیسا کہ ابو مسعود انصاری سے مروی ہے: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «يَوْمَ الْقَوْمِ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ؛ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ [سِنًا]» (صحیح مسلم: ۶۷۳)

”فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو۔ اگر سنت میں برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں برابر ہو تو جو عمر میں بڑا ہو۔“

سماجی حیثیت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ایک اور فرمان بھی قابل توجہ ہے: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَكَمْ يُوقِّرُ كَبِيرَنَا» (سنن ترمذی: ۱۹۱۹)

”حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔“

سیاسی مساوات

سیاست میں ’مساوات‘ One Man, One Vote کو جنم دیتی ہے۔ کوئی Ph.D ہے یا انکوٹھا چھاپ، کوئی انتہائی نیک و پرہیزگار آدمی ہے، یا کمینہ و بدکردار؛ سب کی حیثیت

'مساوی' ہے اور ہر کسی کو ایک ووٹ کا حق حاصل ہے۔ کوئی کافر ہے یا مسلمان، مرد ہے یا عورت، پختہ عمر ہے یا نوجوان، ہماری جدید جاہلیت سب کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے، شاید دجال کی طرح اس کی بھی دوسری آنکھ ہے ہی نہیں۔

عبادات میں مساوات

'عبادت' میں بھی مساوات کی قدر کفر و اسلام اور شرک و توحید کو یکساں سطح پر لانے میں اپنا کردار خوب نبھاتی ہے۔ کوئی بتوں کا پجاری ہو یا قبروں کا مجاور، کوئی جاہلیت لٹکائے یا David Star، کوئی اللہ پروردگار عالم پر جان نچھاور کرے یا مٹی کی دھرتی پر مرے، کوئی مرنے والے کے لئے دعا کرے، ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرے یا موم بتی روشن کرے یا پھولوں کا گلستہ رکھے۔ عبادت بجالانے کو مسجد بنائے، مندر بنائے، چرچ بنائے، گلوڈہ بنائے، ٹیمپل بنائے یا گوردوارہ بنائے، جاہلیتِ جدیدہ کی نظر میں سب حق ہے، سچ ہے، انسانی حقوق ہیں، آزادی ہے اور مساوات ہے۔ کوئی باطل نہیں، کوئی جھوٹ نہیں، اسلام اور غیر اسلام کی کوئی تفریق نہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم اور مخلوق کی روایات سب برابر ہیں۔

الغرض 'مساوات' اپنی حقیقت میں، حق و باطل، اور سچ و جھوٹ کو برابر کر دینے کا نام ہے۔ حفظ مراتب اور فرقی مراتب کو تباہ و برباد کر دینے کا نام ہے۔ اور یہ ظلم ہے، عدل کے منافی ہے۔ عدل کی ضد ہے۔ اسلام 'عدل' کا دین ہے۔ 'انصاف' کو پسند کرتا ہے۔ قسط کا حکم دیتا ہے۔ حق اور اہل حق کو صدق پر فوقیت دیتا ہے، اور اہل صدق کو خیر، اور اہل خیر کو باطل پر فوقیت دیتا ہے، اور اہل باطل پر کذب، اور اہل کذب کو شر اور اہل شر پر فوقیت دیتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ جانتا ہے۔ اول الذکر کے لئے جنت اور اللہ کی رضا اور آخر الذکر کے لئے عذابِ جہنم اور اللہ کی لعنت کی وعید سناتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ عدل و قسط کو پسند فرماتا ہے، عدل و قسط کا حکم دیتا ہے۔ عدل کے قیام کے لئے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا ہے، ظلم و زیادتی کو ناپسند فرماتا ہے۔ ظلم و زیادتی کو مٹانے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ کے پیغمبر ظلم کو مٹانے کی جدوجہد اور محنت کرتے رہے۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان: ۱۳) اور سب سے بڑا عدل 'توحید' ہے۔

شُرک کرنے والا ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنے گا: ﴿مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ (المائدہ: ۷۲) اور ’توحید‘ کا حامل آخر کار لازماً جنت میں جائے گا: «من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة» (صحیح بخاری: ۳۲۲۲) ان قرآنی حقائق کا اعتقاد رکھ کر یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ شرک کرنے والا، توحید ماننے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ ’مساوات‘ کا اُصول یہاں ظلم عظیم کے مترادف ہے۔

عدل کیا ہے؟

عدل کیا ہے؟ عدل کی سادہ سی تعریف یہی ہے کہ ”حق دار کا حق ادا کرنا“، یعنی جس چیز کا جو حق ہے، وہ اسے دینا ’عدل‘ کہلاتا ہے۔ عدل کا مفہوم علما بیان کرتے ہیں:

التَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْمُتَمَاتِلَاتِ وَالتَّفْرِيقَةُ بَيْنَ الْمُخْتَلِفَاتِ

”ہم مثل چیزوں میں برابری قائم کرنا اور مختلف چیزوں کے درمیان تفریق کا رویہ اپنانا۔“

اس تعریف کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شے کا حق کیا ہے؟ یہ کیسے معلوم ہوگا؟ اس کا جواب ہے: ’شریعتِ اسلامی‘ یعنی شریعتِ اسلامیہ ہی عدل و توازن اور اعتدال کا نام ہے اور کفر اپنی تمام تر تشبیحات میں ظلم، بے انصافی اور عدمِ اعتدال ہے۔ اس اعتبار سے ظلم و بے انصافی اور عدمِ اعتدال پر مبنی وہ فیصلہ و حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ اور شریعت سے ہٹا ہوا ہو، قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (المائدہ: ۴۵)

”اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں۔“

﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (النساء: ۵۸)

”اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔“

عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جسے سیدنا علیؑ نے روایت کیا ہے:

«كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ، وَخَبِيرٌ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمٌ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الْفُضْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ..... مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أَجْرًا، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدْلًا» (سنن ترمذی: ۲۶۰۹)

”یہ اللہ کی کتاب ہے جس میں گذشتہ قوموں کے حالات ہیں اور آنے والے واقعات کی خبر ہے۔ یہ کتاب تمہارے درمیان پیش آنے والے مسائل کے لیے فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، کوئی مذاق نہیں..... جس نے اس کی بنا پر کوئی بات کہی تو سچ بولا، جس نے اس کی بنا پر عمل کیا تو وہ اجر کا مستحق ہو گیا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تو اس نے عدل کیا۔“

اسلام دینِ عدل ہے۔ بندہ ہونے کے ناطے مرد اور عورت برابر ہیں تو نماز کی ادائیگی اور روزہ رکھنا دونوں پر فرض ہے۔ صنفی اعتبار سے مختلف ہیں تو عورت کے لئے حیض کے دنوں میں نماز معاف اور روزہ قضا کر دیا گیا۔ وراثت کا حق دار تو دونوں کو قرار دیا گیا، لیکن ذمہ داریوں میں فرق کی وجہ سے حق میں تفریق کر دی گئی۔ معاشی سرگرمیوں کی اجازت دونوں کے لئے ہے لیکن فریضہ یہ مردوں کا قرار پایا۔ جہاد میں شرکت کی اجازت دونوں کے لئے ہے، لیکن فرض مردوں پر ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے گورا اور کالا، عربی و عجمی، امیر و غریب پیدا کیا، اس بنیاد پر تفریق کو حرام قرار دیا۔ مگر انسان کی روحوں سے ’عہدِ اُلسنت‘ لے کر توحید کی تعلیم دی۔ پھر انہیں فطرتِ سلیم پر پیدا کیا۔ پھر آسمانوں سے وحی کا نور نازل کیا۔ اب کچھ لوگوں نے وحی کے نور اور نورِ فطرت پر لبیک کہا اور اللہ کا فرماں بردار یعنی ’مسلم‘ بن گئے اور دوسرے لوگوں نے نہ صرف نورِ وحی کا کفر کیا بلکہ نورِ فطرت کو بھی مسخ کرنے پر تلے رہے۔ اللہ کے باغی و سرکش بن کر زندگی بسر کی، ایسے لوگ کافر کہلائے۔

دونوں کے حقوق و فرائض برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ دونوں مساوی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز اور دوسرا اسفل السافلین میں جاگرا۔ جانوروں سے بھی بدتر درجہ میں! یوں اسلام تمام ’ادیانِ عالم‘ یعنی زندگی گزارنے کے مختلف طریقوں کو برابر حیثیت دینے کے لیے قطعاً تیار نہیں بلکہ اللہ کے دین کو ’الحق‘ اور باقی تمام ’ادیان‘ کو باطل قرار دیتا ہے اور انبیاء و رسل کو ’حق‘ کے غالب کرنے اور باطل کو مٹانے کے لیے مبعوث کرتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ﴾ (الصف: 9)

”وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب ’ادیان‘ غالب کر دے۔“